حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات

مولٰنا سیّد کاظم علی شاہ نوذل خطیب حیدرآباد

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پر غائر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رب العزت نے آپ کی ذات گرامی کو قرآنِ پاک کی خدمات کے لئے ہی پیدا فرمایا تھا۔ چنانچہ جب آپ نے عمر کے ابتدائی مراحل طے کرتے ہوئے پانچویں سال میں قدم رکھا تو قرآنِ پاک پڑھنے کے لئے مکتب میں بٹھائے گئے۔ چونکہ روز ازل سے آپ کے ضمیری جوھر ربانی قابلیتوں سے آراستہ اور درخشاں ہو چکے تھے لہٰذا فقط دو سال کے عرصہ میں یعنی عمر عزیز کے ساتویں سال میں قرآنِ مجید ختم کر لیا۔ ہندی مثل کے مطابق، کہ پوت کے پاؤں پالنے میں پہچانے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم عطیہ تھا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نونہال ہفت سالہ بچہ پورے قرآنِ پاک کے تلاوت کا حامل ہو کر اپنے شفیق اور فرشتہ صفت والدین کریمین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک اور بارگاہ خداوندی میں کبھی دست بستہ اور کبھی دست دراز کئے ہوئے دعاؤں کا لطف حاصل کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں بقول حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ۔

هوت نه ڏٺا ڏين ڏوڪا نه ڏيهان جڏهين ... مون جيڪن سا ڏون ۽ هوند هتي جيو هنڙا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے والدین کریمین کی صحبت کیمیا اثر میں سوز و گداز کی لذت کا مزہ پایا اور ساتویں سال میں اپنے والدین کے معیت میں شب بیداری و دعائیم شبی کا ذوق حاصل کیا، اس کا نتیجہ تھا کہ ساتویں ہی سال میں فارسی کی کتابیں بھی شروع کیں۔ اور ایک ہی سال میں فارسی کی کتابیں ختم کرلیں۔ بقول شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمۃ

سڀ سياڻپ سمجهي، تن پاڻهي پاڻ، الانسان سريءَ وانا سره

ورتي اي ڏاڻ، راجا ڄاڻ گهاڻي، هو ودي هيڪ ٿيا

یہ اسی شب خیزی و دعائیم شبی کا اثر تھا کہ حضرت قبلہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی عمر عزیز کے ابھی چودہ منزل ہی طے کرنے پائے تھے کہ علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور دستار فضیلت سے آراستہ ہوکر میدان عمل میں گامزن ہوئے۔ اور معلم کی حیثیت سے درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ فی الحقیقت اگر دیکھا جائے تو شاہ صاحب کے قرآنی خدمات کی یہ تیسری منزل ہے جس کو اس کمسنی میں طے کر رہے ہیں۔ لیکن بقول "ہر کسے را بہر کارے ساختند" معلوم ہوتا ہے قدرت نے شاہ صاحب کی طبیعت میں خدمات قرآنی کے وہ جواہر ودیعت رکھے تھے کہ جس کی بے بہائی مسلم ہے، اور یہ اتنی بسطی السیر سے طے منازل اسی جوہر کے بے تابی و بیقراری کی بین علامت ہے۔

اس درس و تدریس کے منزل کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں کہ دھلی و اطراف دھلی میں دھوم ہو جاتی ہے۔ اور یہ بحر بے کنار ایک مدرسہ کے چودیواری میں کہاں تھم سکتا تھا۔ اس کو تو اطراف عالم میں اپنے موجوں کے تھپیڑوں سے صدیوں کے سوئے ہوئے انسانوں کو بیدار کرنا اور ایک عظیم قرآنی انقلاب کو منظر عام پر لانا تھا۔

اب اس سریع السفر سیر فی بحر القرآن کا دور ختم کرتے ہوئے اسی بحر بے کنار کے اعماق میں دُر ہائے مخفیہ کی طلب دامن گیر ہوتی ہے اور تہہ در تہہ غوطہ زنی کا دور شروع ہوتا ہے، جس کو تصویر نقوش دینے کے لئے شاہ صاحب نے حکومت ہند کی زبان جو اس وقت فارسی تھی اور مقبول عام بھی یہی زبان تھی۔ لہذا کلام الٰہی کو عام فہم کرنے کے لئے اسی مروجہ زبان میں ترجمہ کیا، حالانکہ حالات نامساعد تھے کیونکہ شاہ صاحب کی

پیدائش سنہ ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء اور وفات سنہ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۳ء جو سن ہجری کے اعتبار سے آپ کی عمر ۶۲ سال جو سید الکونین صلعم کے عمر میں ہم رنگی کا پتہ دے رہی ہے۔ جس طرح رسالتمآب صلعم کے دور کی نقاشی کرتے ہوئے لطیف سائیں فرماتے ہیں۔

پرڏهو پينيون، آءِ ياڻي اجاڻي لاڙُو سيپ لوڪ تان هاڻي ڙي ڏني ڀورو

چوڻيون چوٽ سگهيون، پنهون ڪيائون پيو آءِ ياڻي اترجهن ڏکيون ڪهڙيون

بالکل اسی طرح فرخ سیر، محمد شاہ رنگیلے اور شاہ عالم کے ہندوستان کو کون نہیں جانتا اس تاریک زمانہ میں نشو و نما پاکر ایسا آزاد خیال مفکر و مبصر منظر عام پر آتا ہے کہ جو زمانہ اور ماحول کی ساری بندشوں سے آزاد ہو کر سوچتا ہے اور اپنے فکر جدید سے منتشر ذہنوں میں ایک تخریب فاسد و تعمیر صالح کی تحریک سے تعمیر نو کا ایک اور دلآویز نقشہ پیدا کر دیتا ہے۔

ہزاراں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ؁ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خود شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ”در این زمانہ کہ ما در آنیم و دریں اقلیم کہ ما ساکن آنیم، نصیحت مسلمانان اقتضا می کند کہ۔ ترجمہ، قرآنِ عظیم بزبان فارسی سلیس و روزمرہ متداول ست تحریر کردہ شود اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملک العلماء جناب شہاب الدین دولت آبادی جنہوں نے سنہ ۸۴۹ھ میں وفات پائی ہے۔ اور وہ شیر شاہ سوری کے استاد بھی تھے۔ ان کی فارسی زبان میں تفسیر ”بحر المواج“ کے نام سے پہلے ہی سے موجود تھی، لیکن وہ زیادہ تر قرآن مجید کی شرح اور تفسیر ہے۔

اس کی نسبت شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ”و بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ بعبارۃ فارسی، در وے بیان ترکیب و معنی فصل و وصل دادہ است و در این جا نیز برائے سجع تکلفے کردہ ہست، قابل اختصار و تنقیح و تہذیب است“

اور حضرت مخدوم نوح ہالائی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۹۸ھ نے برصغیر پاک و ہند میں سب سے اول فارسی ترجمہ کیا ہے۔ جو ابھی شائع ہو رہا ہے۔

لیکن سید عبد الحی الحسنی الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند میں شاہ صاحب کی پہلی فارسی زبان میں ترجمہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

وهذه الترجمة من احسن التراجم لم ير نظيرها فيما قبل ولا فيما بعد

ترجمہ۔ یہ قرآن پاک کے تراجم میں سے ایک بہترین ترجمہ ہے جو اسکی مثل نہ پہلے تراجم میں دیکھی جاتی ہے نہ بعد والوں میں مختصر کلام کہ شاہ صاحب کی یہ پہلی خدمت صفحۂ قرطاس میں ہے ترجمہ قرآن بفارسی زبان موسوم "فتح الرحمٰن" ۱۱۵۰ھ میں شروع کی اور ۱۱۵۱ میں اسکی تکمیل کی اور ۱۱۵۶ھ میں آپ نے فتح الرحمٰن کی تدلیس بھی شروع کی۔ مزید برآں شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مختصر طور پر تشریحی فوائد بھی لکھے[1] اور مقدمہ بھی۔ مولنا عبیداللہ سندھی ان تشریحی فوائد میں دو مثالیں تحریر فرماتے ہیں۔ جن کو سامعین کرام کے پیش نظر کرنا بر محل سمجھتا ہوں۔ تاکہ شاہ ولی اللہ کے قرآنی خدمات فکر و نظر کا انداز اور اس کی اہمیت کا معیار معلوم ہوسکے۔ مثال اول شاہ صاحب قبلہ آیت مبارکہ "کتب علیکم القصاص فی القتلی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قصاص سے یہاں مراد مساوات اور مماثلت ہے۔ قصاص کی یہ تعبیر غالباً آپ کو کسی تفسیر میں نہیں ملے گی۔ شاہ صاحب قبلہ رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس آیت میں انسانی مساوات کو منبلٔے حیات قرار دیا ہے۔ اور کتب علیکم القصاص فی القتلی۔ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی الخ یعنی مساوات فرض اور ضروری ہے۔ نیز اسی میں زندگی ہے اور حصول تقوی کا انحصار بھی اسی پر ہے[2]

میں طوالت مضمون سے بچتے ہوئے اس کا لب لباب جو مولنا سندھی نے اخذ کیا ہے پیش خدمت کرتا ہوں۔ مولنا موصوف فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام بنی نوع انسان برابر ہیں۔ خواہ وہ اپنی قوم کے ہوں یا دوسری قوم کے سے مرد ہو یا عورت غرضیکہ بحیثیت انسان ان میں فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ اور مساوات

---

[1] شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ص۱۶۲

[2] شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص۱۶۵

انسانی ہی اصلی منہائے حیات ہے[1]

حضرت قبلہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے فارسی ترجمہ فتح الرحمٰن کے تشریحی فوائد میں جن اعلیٰ مطالب اور بلند افکار کی طرف نشان دہی فرمائی ہے اس کی دوسری مثال سورۂ رعد کی ان آخری آیات اولم یروا انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا واللہ یحکم لا معقب لحکمہ واللہ سریع الحساب" کے حاشیہ پر ملتی ہے۔ مورخین عموماً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنی عہد سے اسلامی ریاست کی ابتدا مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک مکے میں مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی کوئی باقاعدہ سیاسی حیثیت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ "رعد" کی باقی تمام سورت کو تو مکی کہتے ہیں) لیکن اس آیت کو مکی کے بجائے مدنی قرار دیتے ہیں اس کے خلاف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ روز بروز اسلام کی شوکت سرزمین عرب میں ترقی پذیر تھی۔ اور اس کی وجہ سے دارالحرب کا اثر واقتدار کم ہوتا جاتا تھا۔ عام مفسرین نے اس اس آیت کو مدنی قرار دیا ہے۔ لیکن مترجم کے نزدیک ضروری نہیں کہ یہ آیت مدنی ہو۔ دارالحرب کے آثار و اقتدار کے کم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے اسلم، غفار، جہینہ اور یمن کے بعض دوسرے مسلمان ہو رہے تھے۔ یعنی کفار کی حکومت کا دائرہ کم و تنگ ہوتا جاتا رہا تھا۔ اور مسلمانوں کی حکومت روز بروز ترقی پر گامزن تھی[2] اسی مضمون کی مزید وضاحت حضرت قبلہ شاہ صاحب کی تصنیف دوسری کتاب "فیوض الحرمین" میں ملتی ہے۔ جسکو طوالت مضمون کی وجہ سے چھوڑ کر شاہ صاحب قبلہ کے قرآن مجید کی خدمت بذریعہ تعلیم پر غور و فکر

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۱۶۵

[2] شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۶۷

کرنا۔ اور ان سے زندگی کے لئے شاہراہ ہدایت ڈھونڈنا۔ پھر ان کی نشر و اشاعت کے لئے تعلیم گاہ بنانا اور اس میں راسخین فی العلم کی جماعت تیار کرنا یہ پہلا میدان ہے۔ جہاں شاہ صاحب نے اپنی عقل اور وجدان کی تکمیل شدہ قوتوں کو سب سے پہلے استعمال کیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے شاہ صاحب قبلہ کبھی عقدالجید میں بیضاوی جیسے مفسر پر بھی اعتراض کر جاتے ہیں[1] اس کو اصل کتاب میں مطالعہ کیا جائے۔ یہاں میں ایک تاریخی واقعہ لکھنا بہت مناسب سمجھتا ہوں کہ الشیخ معین الدین ٹھٹوی عرف مخدوم ٹھارو، جو مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے استاد ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی کے طریقہ کے خلاف شاہ ولی اللہ کے طریقے کو ترجیح دینے کے لئے آپ نے دراسات اللبیب لکھی ہے۔ یہاں شاہ عبداللطیف بھٹائی جن کی کتاب الرسالہ مطبوعہ سندھی زبان میں ہے وہی درجہ رکھتی ہے جو فارسی میں مثنوی مولانا روم کا ہے اس کو ہندو اور مسلمان سب مساوی طور پر پڑھتے ہیں۔ بلکہ ایک انگریز H۔P سورلے نے شاہ لطیف آف بھٹ کے نام سے شاہ کے رسالہ کا ترجمہ انگریزی میں ایک ضخیم کتاب کی صورت لکھا ہے پ مشہور صوفی شیخ معین الدین ٹھٹوی کو اور شیخ معین الدین شاہ لطیف کو جس نگاہ سے دیکھتے تھے اس کا اس عبارت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا عبیداللہ[2] سندھی کتاب شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص۱۸۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ محمد معین جب فوت ہونے لگے تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ تیار کر کے مسجد میں رکھا جائے اور شاہ عبداللطیف کا انتظار کیا جائے۔ شاہ عبداللطیف صحرا نورد تھے کیا معلوم کہ وہ کس صحرا میں ہوں اور ان کو کس طرح اطلاع ملے اور کب آئیں؟ مگر جنازہ تیار ہونے کے تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لے آئے اور امامت کرائی۔

---

[1] سندھی ترجمہ عقدالجید مترجم غلام حسین جلبانی ص۱۲۱

[2] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص۱۸۹

بعد کہا کہ آج کے بعد حضرت سے ہمارا تعلق منقطع ہوگیا ہے۔ اس بلند پایہ کے عالم و صوفی حضرت قبلہ شاہ ولی اللہ کے مسلک کی تائید فرما رہے ہیں۔ اور مولانا عبیداللہ سندھی الہام الرحمن ص۱۲۲ میں فرماتے ہیں۔ ولو لم یکن ھذا الامام لما کنا فطمئن بتفاسیر مثل الرازی والبیضاوی" (کہ اگر یہ امام یعنی شاہ ولی اللہ نہ ہوتے تو ہم رازی اور بیضاوی جیسے تفاسیر سے مطمئن نہ ہوتے۔

شاہ صاحب قبلہ نے جس حسن و خوبی سے علوم قرآنیہ کی خدمت کرتے ہوئے صفحۂ قرطاس کو مزین کیا ہے۔ اور جو طریقہ افہام و تفہیم اختیار کیا ہے، اسکو زمانہ حاضرہ کے ماہرین تعلیم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسٹر غلام حسین جلبانی صاحب پروفیسر سندھ یونیورسٹی اپنی ایک تصنیف شاہ ولی اللہ کی تعلیم ص۱۳ پر فرماتے ہیں۔ کہ امام صاحب کے فہم و تفہیم کا طریقہ کچھ نرالا ہے۔ اسی صفحہ پر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اصول تفسیر کے بیان میں شاہ صاحب نے قرآنی مطالب اور علوم کو پانچ علوم میں تقسیم کیا ہے۔ آپ کی یہ تحقیق ہمیں تفسیر کی بڑی کتابوں میں بھی نہیں ملتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے مفہوم اور معنی پانچ علوم سے باہر نہیں۔ اور قرۃ العینین ص۳۱۲ میں شاہ صاحب قبلہ خود فرماتے ہیں کہ۔ جمیع کتاب اللہ تتبع کردیم زیادہ از پنج علم نیافتیم" اور فوزالکبیر ص۱ اول و باب اول کو شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

ترجمہ۔ کہ وہ پانچ علوم جن کا قرآن عظیم نے تخصیص سے بیان فرمایا ہے، کہ معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن کی معنی و مفہوم پانچ علوم سے باہر نہیں۔

(۱) علم احکام جس میں واجب مستحب مباح و مکروہ و حرام آجاتے ہیں یہ احکام خواہ عبادات میں سے ہوں یا معاملات میں سے ہوں تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا سیاست مدن سے اس علم کی تفصیل فقہا کے ذمہ ہے۔

۲۔ علم مناظرہ چاروں گمراہ فرقوں سے یہود ونصاریٰ۔ مشرکین اور منافقین اس علم کی وضاحت متکلمین کے ذمہ ہے۔

۳۔ علم تذکیر بالآء اللہ شلاً زمین وآسمان کے پیدا کرنے اور بندوں کو ان کی ضروریات کا الہام کرنے اور نیز خداوند تعالےٰ کی صفات کاملہ کا بیان کرنا ہے۔ اور چہارم علم تذکیر بایام اللہ سبحانہ وتعالیٰ یعنی ان واقعات کا بیان جن کو خداوند تعالےٰ نے ایجاد فرمایا ہے مثلاً طاعت کرنے والوں کو انعام وجزاء سے نوازنا اور نافرمانوں کو تعذیب وسزا کا مزہ چکانا۔ پنجم علم تذکیر موت اور اس کے بعد کے واقعات کا بیان مثلاً حشر ونشر حساب میزان دوزخ وجنت ان علوم کی تفصیل کو محفوظ رکھنا اور ان کے مناسب احادیث و آثار کا ملحق کرنا ناصحوں وواعظوں کا کام ہے۔

واقعی ایسی جامع ومانع وضاحت یک جا بڑے بڑے تفاسیر میں بھی دکھائی نہیں دیتی، ایسی حد بندی سے حضرت شاہ صاحب ولی اللہ رحمہ اللہ کا ہی حصہ ہے کہ گویا سمندر کو کوزہ میں سمو دیا ہے، اپنی کمال فراست سے قرآن فہمی کا ایک جدید طریقہ ایجاد کیا ہے جو قرآنی خدمات کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

حضرت قبلہ شاہ صاحب ولی اللہ کے خدمات قرانیہ کو دس صفحات میں کیسے بند کر دیا جائے۔ اپنے مضمون کو تشنہ رکھتے ہوئے اب صرف ساغر کی طرف اشارہ سے کام لیتا ہوں۔

شاہ صاحب نے اپنی بے نظیر اصول تفسیر کی کتاب فوز الکبیر میں مسئلہ ناسخ ومنسوخ کو متقدمین ومتاخرین کے اصطلاحی ولغوی اختلاف کے جھنجھٹوں سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے۔ مثلاً:۔

قال الامام جلال الدین سیوطی موافقا لابن العربی فھذہ احدیٰ وعشرین آیۃ منسوختہ علی خلاف فی بعضھا۔ یعنی امام جلال الدین سیوطی اور ابن العربی

کے نزدیک بعض آیات میں اختلاف رکھتے ہوئے ۱۲۱ آیتوں کو منسوخ قرار دیتے ہیں لیکن امام ولی اللہ کا نیا مکتب فکر سب آیات کا حل نکال کر باقی پانچ آیتوں کو منسوخ کہتے ہیں۔ جس کے لئے بھی مولانا عبیداللہ سندھی کی رائے ہے کہ ان پانچ آیتوں کی تطبیق نہایت آسان ہے۔ وہ اس طرح کہ ناسخ آیتوں کو (اولیٰ) کے حکم کے تحت سمجھیں اور منسوخ کو غیر اولیٰ کے تحت یا یہ کہ ایک عزیمت پر دلالت کرتی ہے تو دوسری رخصت پر دلالت کرتی ہے۔ غرض کہ مندرجہ بالا قاعدہ کی رو سے نسخ کے وہ معنی نہیں رہتے جو متاخرین نے اختیار کئے ہیں اور جن کی رو سے منسوخ شدہ آیتوں پر عمل کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ بہرکیف امام ولی اللہ نسخ کے مسئلہ کو ایک اجتہادی امر سمجھتے ہیں اور اس میں متاخرین کی رائے سے اختلاف رکھتے ہیں۔

دوسرا اہم مسئلہ قرآن پاک میں آیات محکمات و متشابہات کا ہے چونکہ قرآن پاک میں ان کا تعین نہیں ہے۔ لہٰذا ایک بڑی الجھن اور مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکو بھی شاہ صاحب نے بہت حسن و خوبی سے واضح کیا ہے۔ راسخین فی العلم کی تعریف کرتے ہوئے معاملہ ختم کر دیا ہے۔

المختصر کہ شاہ صاحب کی مشہور عالم کتاب حجۃ اللہ البالغہ۔ یا فوز الکبیر یا خیر کثیر، ہمعات، وغیرہ جتنی کتابیں ہیں گویا شاہ صاحب کے الفاظ ہیں قرآنی خدمت انجام دے رہی ہیں۔

گوئی سعادت ۔۔۔ ہمیاں (فتادہ اند
کس بمیدان درنمی آید سواراں را چہ شد

کہکر اپنے مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔